یہ وہ سادہ اور عام فہم حقیقتیں ہیں جو اقبال کو دعوت دیتی ہیں کہ وہ محنت کش طبقہ کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لئے اسلامی نظام حیات کو پیش کریں، اس نظام میں صرف محنت کشوں کی ہی بہتری ہی نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کے لئے اس میں فلاح و کامرانی ہے۔ چنانچہ اقبال واضح طور پر عصری نظاموں کو رد کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ

''میرے نزدیک فاشزم، کمیونزم یا زمانہ حال کے اور ازم کوئی حقیقت نہیں رکھتے، میرے عقیدے کی رو سے صرف اسلام ہی ایک حقیقت ہے جو بنی نوع انسان کے لئے ہر نقطہ نگاہ سے موجب نجات ہو سکتی ہے۔ میرے کلام پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے پہلے حقائق اسلامیہ کا مطالعہ ضروری ہے''۔ (اقبال نامہ)

★ ★ ★

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 16:10-11 (1979)

علامہ اقبال اور مسلم لیگ

آغا حسین ہمدانی

علامہ اقبال کی سیاسی زندگی بیسوی صدی کے آغاز سے ہی شروع ہو چکی تھی اور آپ نے پبلک جلسوں میں سیاسی و نیم سیاسی نظمیں پڑھنی شروع کردی تھیں۔ انگلستان میں قیام کے وقت وہ لندن مسلم لیگ کے باعمل کارکن رہے اور واپسی پر بھی وہ ملت اسلامیہ کے سیاسی حالات پر اپنی نظموں کے ذریعے اظہار خیال کرتے رہے لیکن یہ تمام خدمات علمی تھیں۔ اور اقبال کے دوست انھیں ایک عرصہ سے پنجاب اسمبلی میں حصہ لینے پر مجبور کر رہے تھے۔ چنانچہ انھیں ۱۹۲۳ء کے انتخاب میں لاہور سے کونسل کی رکنیت کے لئے کھڑا ہونے کے لئے دوستوں نے بہت اسرار کیا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ ان کے ایک دیرینہ دوست ڈاکٹر میاں عبدالعزیز کونسل کی ممبری کے امیدوار تھے۔(۱) البتہ ۱۹۲۶ء میں وہ کونسل کی رکنیت کے لئے لاہور کے حلقہ انتخاب سے کھڑے ہوئے ان کے مقابلہ میں خان بہادر ملک محمد دین تھے۔ لاہور کے ہر محلہ میں ان کی حمایت میں جلسے کئے گئے۔

اور بعض جلسوں سے خود ڈاکٹر صاحب نے بھی خطاب کیا۔ یہ انتخابی مہم بڑی دلچسپ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے حریف کے مقابلے میں تین ہزار آرا کی اکثریت سے شاندار کامیابی حاصل کی۔ اس طرح وہ ۲۳ نومبر ۱۹۲۶ء کو پنجاب کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ اور اس طرح علامہ اقبال کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ ۱۹۲۷ء میں ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اور ہندو، مسلم قائدین

میں دستوری مسائل پر کشمکش جاری تھی۔ مارچ ۱۹۲۷ء میں بعض مسلم رھنما نے تجاویز دھلی کو منظور کرلیا تھا۔ ان تجاویز کا لب لباب یہ تھا کہ مسلمان جداگانہ انتخاب کو ترک کر دیں اور مخلوط انتخاب کو چند شرائط کے ساتھ تسلیم کر لیں لیکن ڈاکٹر اقبال جداگانہ انتخاب سے کسی صورت میں دست بردار ھونا نہیں چاھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جداگانہ انتخاب سے دست برداری اور مخلوط انتخاب پر رضامندی سے ایک ایسی متحدہ قومیت کی تشکیل ھوگی۔ جو اسلام کا صحیح نصب العین نہیں ھے۔ ۱۹۲۸ء میں ڈاکٹر صاحب آل انڈیا مسلم لیگ (شفیع گروپ) کے معتمد منتخب ھوئے۔ سائمن کمیشن فروری ۱۹۲۸ء کو ھندوستان آنے والا تھا۔ شفیع لیگ نے اس کمیٹی سے تعاون کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن جناح لیگ اس کا مقاطعہ کرنا چاھتی تھی۔ ڈاکٹر اقبال اس زمانہ میں شفیع لیگ کے نہایت ممتاز رکن تھے۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ساتھیوں کا نقطہ‌نظر یہ تھا کہ میثاق لکھنوکی بدولت ۱۹۱۹ء کی اصلاحات میں مسلمانوں کے مؤقف کو خصوصاً بنگال میں اور پنجاب میں کافی نقصان پہنچا ھے۔ اس لئے مستقبل کی دستوری اصلاحات میں مسلمانوں کے مؤقف کو مضبوط بنانے کی خاطر یہ ضروری ھے کہ کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے نقطہ نظر کو پیش کیا جائے۔ کانگریس یا دوسرے ھندو ادارے اگر کمیشن کا مقاطعہ کرتے ھیں تو اس سے ھندوؤں کو نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ کمیشن کی سفارشات کی بنا پر دستوری اصلاحات کی جو بھی قسط حکومت کرے گی۔ اس سے عام ھندوستانیوں کو مزید اختیارات ملیں گے۔ لیکن اگر مسلمانوں کے نقطہ نظر کو واضح نہیں کیا گیا تو جو نقصان ۱۹۱۹ء والی اصلاحات میں مسلمانوں کو پہنچ چکا ھے اس کی تلافی نہ ھو سکے گی۔ بھر حال مولانا محمد علی، ڈاکٹر اقبال کو اپنی رائے تبدیل

کرانے کے لئے مولوی عبدالقادر صاحب قصوری کے ذریعے ملے ۔ مگر وہ انھیں اپنا ہمنوا نہ بنا سکے ۔ شفیع لیگ نے کمیشن کو یاد داشت کا مسودہ پیش کرنے کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی تھی ۔ اس کے لئے رکن ڈاکٹر اقبال بھی تھے ۔ اور پھر جب ۱۹۲۸ء میں مسٹر جناح کی تمام کوششیں نہرو رپورٹ میں ترمیمات کرانے کے سلسلے میں رائیگاں گیئں تو مسلمانوں کے حقوق کے تعین اور تحفظ کے لئے تمام مسلم جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لئے جن اشخاص نے آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی بنیاد ڈالی ان میں ڈاکٹر اقبال پیش پیش تھے۔ ڈاکٹر اقبال کی ان خدمات کی بدولت ہی انہیں دسمبر ۱۹۳۰ء میں کل ہندو مسلم لیگ کے اجلاس الہ‌آباد کا صدر چن لیا گیا اور ڈاکٹر صاحب کے بحیثیت صدر مسلم لیگ کا دور ہندوستانی سیاست میں ایک اہم دور تھا ۔ جب سائمن کمیشن نے اپنی سفارشات حکومت کے سامنے پیش کر دی تھیں ۔ انگلستان میں پہلی گول میز کانفرنس کا انعقاد ہو رہا تھا ۔ کانگریس نے سول نافرمانی کی مہم شروع کر رکھی تھی ۔ اور مسلم جماعتیں نہرو رپورٹ کے خلاف صف آرا ہو چکی تھیں ۔ علامہ اقبال نے اس اجلاس میں جو اپنا صدارتی خطبہ دیا وہ آئندہ چل کر مسلم لیگ کا لائحہ عمل قرار پایا ۔

پہلی گول میز کانفرنس کے بعد گاندھی جی رہا ہو چکے تھے ۔ اور انھوں نے گاندھی ارون معاہدے کے تحت سول نافرمانی ختم کر دی تھی اور پھر دوسری گول میز کانفرنس منعقد ہونے والی تھی ۔ اس موقع پر آپ نے سر فرانس کو ایک خط جو ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ کو سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع ہوا ۔ اس میں آپ نے مسلمانوں کے اندیشوں کا ذکر کیا تھا اور حکومت برطانیہ کو ہدف کا نشانہ بنایا تھا ۔ آپ نے دوسری گول میز کانفرنس میں بحیثیت رکن شمولیت

کی۔ جب آپ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ تو ہندوستان ٹائمز کے نمائندے نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کیا خاص بات سے شریک ہو رہے ھیں۔ ڈاکٹر اقبال نے جواب دیا۔ ''میرے پاس کچھ نہیں ھے لیکن قرآن ھے میں اس کو پیش کروں گا(۲)'' بہر حال اس گول میز کانفرنس میں ڈاکٹر صاحب نے اقلیتوں کی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے گاندھی جی اور ھندو اکثریت کے نمائندوں سے مفاھمت کی کوشش کی لیکن یہ کوشش ناکام رہی۔ کانفرنس ختم ھونے کے بعد ڈاکٹر صاحب واپس ھندوستان لوٹے تو مارچ ۱۹۳۲ء میں آپ کو آل پارٹیز مسلم کانفرنس کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو بمقام لاھور اس کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں اپنے صدارتی خطبے کے دوران ڈاکٹر صاحب نے ھندوستان کی تحریک آزادی کو یوں بیان کیا۔

''آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ھے، جو ممکن ھے کہ تمام ھندوستان پر بلکہ سارے ایشیا پر چھا جائے۔ یہ اس سیاسی تہذیب کا ناگزیر نتیجہ ھے جو انسان کو محض ایک ایسی شے تصور کرتی ھے۔ جس کا استحصال نا جائز کیا جانا چاھئے اور جس کی نظر میں انسان ایک ایسی شخصیت نہیں جس کو خالص تہذیبی طاقتوں کے ذریعہ پروان چڑھایا جائے۔ ایشیا کے عوام لازماً اس خون چوسنے والی معیشت کے خلاف، جس کو مغرب نے ترقی دی ھے، اور اقوام ایشیا پر مسلط کیا ھے، اٹھ کھڑے ھوں گے۔ ایشیا موجودہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام اور اس کی غیر منضبط افرادیت کو نہیں سمجھ سکتا۔(۳)''

اسی خطبہ میں آپ نے مسلمانان ھند کو آئندہ طرز عمل کے لئے حسب ذیل بیش بہا مشورہ دیا کہ ''کسی فریق سے توقعات وابستہ نہ کرو، اگر تم اپنی تمناؤں کو بار آور

ہوئے دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی خودی کو اپنے اندر بیدار کرو اور اپنی خاک نمناک کو پختہ کر کے اسی سے اپنے میں جوہر مردانگی پیدا کرو۔ سخت بن جاؤ اور سخت کوشش اختیار کرو اجتماعی اور انفرادی زندگی کا یہی ایک راز ہے۔ ہمارے نصب العین کی کافی وضاحت ہو چکی ہے۔ آئندہ دستور میں اسلام کے لئے ایک ایسے موقف کو کامیابی کے ساتھ حاصل کرنا، ہمارے مطمع نظر ہے۔ جس سے ایسے مواقع حاصل ہو جائیں کہ وہ اسلام اپنے مقاصد کو اس ملک میں پھیلتا پھولتا دیکھے، یہ ضروری ہے کہ اس نصب العین کی روشنی میں جماعت کی ترقی پسند طاقتوں کو ابھارا جائے اور ان کی موجودہ پثر مردہ توانائیوں کو مجتمع کیا جائے۔ زندگی کا شعلہ دوسروں سے مستعار نہیں لیا جا سکتا۔ اس کو اپنی ھی روح کے شوالہ میں فروزاں کرنا چاھئے۔ اس کے لئے سر گرم تیاری اور مقابلہ ایک مستقل لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔ اب ہمارے مستقبل کا لائحہ عمل کیا ہو؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لائحہ عمل جزواً ثقافتی ہونا چاہئے۔(۴)

اس کے بعد ۸ جون ۱۹۳۲ء میں مجلس عاملہ کل ھند مسلم کانفرنس زیر صدارت ڈاکٹر اقبال ہوئی جس میں دو قرار دادیں منظور کی گئیں۔ ایک قرارداد کے ذریعہ صوبوں کو مکمل مالی خود مختاری دی جانے اور صوبے مرکز کو مناسب رقومات دیئے جانے پر زور دیا گیا۔ ایک اور مجلس عاملہ کا کل ھند مسلم کانفرنس کا اجلاس ۷ اگست ۱۹۳۲ء کو زیر صدارت ڈاکٹر اقبال ھوا۔ جس میں اس قرار داد کے ذریعے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا گیا کہ وہ جلد از جلد فرقہ وارانہ فیصلہ کا اعلان کرے۔ اور جب ۱۶ اگست ۱۹۳۲ء کو وزیر اعظم نے فرقہ وارانہ فیصلہ پر غور و خوض کیا۔ آپ نے تیسری گول میز

کانفرنس میں ۱۷ نومبر ۱۹۳۲ء کو شرکت کی اور فروری ۱۹۳۳ء کو واپس وطن لوٹے اور اپنے موقف کو یوں بیان کیا کہ۔

''میں ملک کی سیاست میں فرقہ وارانہ منافشات میں حصہ لینے شامل نہ ہوا تھا۔ بلکہ محض اس لئے کہ ہندوستان کے آئندہ نظام سیاسی میں مسلمانوں

کو دوسری اقوام ہند میں مدغم نہ ہونا چاھئے۔ میں نے اس کے سوا گول میز کانفرنس کی کسی کارروائی میں حصہ نہیں لیا۔'' (۵)

اس وقت تک مسلم لیگ ایک بے جان جماعت تھی اور مسلمانان ہند کے لئے کل ہند مسلم کانفرنس ھی جدو جہد کررھی تھی۔ مگر ۱۹۳۴ء میں جب محمدعلی جناح انگلستان سے واپس لوٹے تو ان کی قیادت میں مسلم لیگ نے نئی زندگی پائی۔ ایسے زمانے میں ڈاکٹر اقبال ھی کی وہ ذی اثر شخصیت تھی، جس نے مسٹر جناح کے اس کام کی ستائش کی اور ان کا ھاتھ بٹایا۔

پنجاب میں مسلم لیگ صوبائی پارلیمانی بورڈ بنانے پر جب میاں فضل حسین نے قائداعظم کا ساتھ نہ دیا تو قائد اعظم نے ڈاکٹر اقبال سے اس بورڈ کی تشکیل کرنے کی خواھش ظاھر کی۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت پنجاب صوبہ مسلم لیگ کے صدر تھے۔ اور مسلسل علالت کے باعث کوچہ سیاست میں عملی جدوجہد سے قاصر تھے۔ لیکن ڈاکٹر اقبال نے جناح کی خواھشات کا احترام کرتے ھوئے ۳۰ مئی ۱۹۳۶ء کو پنجاب مسلم لیگ کونسل کا اجلاس طلب کیا۔ اجلاس میں ڈاکٹر اقبال کو دوبارہ صدر چن لیا گیا۔ اور ان کے اس دوبارہ انتخاب کے بعد لیگ میں ایک نئی جان پڑگئی۔

علامہ اقبال نے جس پارلیمانی بورڈ کو بنایا تھا۔ اس بورڈ کی جانب سے قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ کے تحت صوبائی مقننہ کے انتخاب میں مسلم لیگ نے

حصہ لیا ۔ اس انتخابی مہم کے دوران سر سکندر کے ایک قریبی عزیز مسلم لیگ کے معتمد کے پاس یہ پیغام لے کر آئے کہ اگر مسلم لیگ اپنے امیدوار نہ کھڑے کرے تو سر سکندر چار لیگی امیدواروں کو بلا مقابلہ پنجاب اسمبلی کی نشستیں دلا دیں گے ۔ ان کی یہ تجویز جب مسلم لیگ کے معتمد نے علامہ اقبال کے سامنے پیش کی تو وہ سخت غصے ہوئے اور کہا ۔ ''کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے اسمبلی کی سیٹوں کی بھیک مانگنے کے لئے مسلم لیگ کا ڈھونگ رچایا ہے ؟ ہمارا مقصد یہ ہے کہ لیگ کے ذریعے سے مسلمان عوام میں سیاسی شعور پیدا کیا جائے ۔ اگر سارے امیدوار ہار جائیں ۔ تو مجھے افسوس نہیں ہوگا۔ مخالف حریف سے سمجھوتا کر لیا جائے ۔ (٦) گو اس انتخاب میں مسلم لیگ کے صرف دو امید وار ملک برکت علی اور راجہ غضنفر علی کامیاب ہوئے ۔ مگر انتخاب کے بعد مسلم لیگ کی مقبولیت عوام میں روز بروز بڑھتی گئی ۔ ڈاکٹر اقبال نے مسلم لیگ کے لئے جو خدمات انجام دیں انہیں دو پہلوؤں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ ایک کا تعلق پنجابی سیاست سے ہے ۔ جس کا تذکرہ ابھی ابھی کیا ہے اور دوسرا کل ہند سیاسیات سے متعلق ہے ۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ علامہ اقبال ایک عرصہ سے علیل تھے اور اس طرح وہ عملی سیاست میں حصہ لینے سے قاصر تھے ۔ اس کے باوجود ان کی باثر شخصیت سے جہاں مسلم لیگ، پنجاب میں مقبولیت حاصل کر چکی تھی ۔ وہاں انہوں نے کل ہند سیاسیات میں آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے اپنی فکری خدمات انجام دیں اور اپنے مختلف خطوط کے ذریعے اہم قومی مسائل پر محمد علی جناح کی مشاورت کرتے رہے ۔ جن میں چند ایک کا ذکر ناگزیر ہے ۔ جو حسب ذیل ہے ۔

علامہ اقبال نے ۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء کو مسٹر جناح کو خط لکھ کر آل انڈیا مسلم کنوینشن بلانے کی تجویز پیش کی کیونکہ اس ماہ میں پنڈت نہرو نے آل انڈیا کنوینشن کے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا تھا کہ ہندوستان کا اصل مسئلہ تہذیب نہیں ۔ بلکہ روٹی کا مسئلہ ہے ۔ آپ نے کہا کہ آپ کو چاہئے کہ دھلی میں جلد از جلد ایک آل انڈیا مسلم لیگ کنوینشن منعقد کریں جس میں نئی صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کے علاوہ متعدد مسلم رہنماؤں کو بھی دعوت شمولیت دی جائے ۔ آپ کو چاہئے کہ اس اسلامی ملت کی طرف سے پوری قوت اور قطعی وضاحت کے ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک جداگانہ سیاسی وحدت کا بطور نصب العین اعلان کردیں ۔ یہ امر لابدی ہے کہ ہندوستان اور بیرون ہندوستان کی دنیا کو صاف صاف بتا دیا جائے کہ ہندوستان میں حل طلب مسئلہ صرف معاشی ہی نہیں ہے بلکہ ہندی مسلمانوں کی اکثریت کی نگاہ میں ہندوستان میں تہذیب اسلامی کا مستقبل اصل مسئلہ ہے ۔(۷) اسی طرح آپ نے ۸ مئی ۱۹۳۷ء کو ایک دوسرے خط میں مسٹر جناح کو مشورہ دیا کہ لیگ کو بالآخر یہ فیصلہ کرنا ہی پڑے گا کہ آیا وہ ہندوستانی مسلمانوں کے اونچے طبقے کی نمائندہ جماعت بن کر رہے گی یا ایسے عام مسلمانوں کی جماعت بنے گی ۔ جنہوں نے ابھی تک معقول وجوہ کی بنا پر اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی ۔ شخصی طور پر یہ یقین کرتا ہوں کہ وہ سیاسی تنظیم جو علامہ اقبال نے اپنے دیگر خطوط میں مسٹر جناح کو بالترتیب مسلمانوں کے معاشی مسائل کو حل کرنے، مسلم ریاستوں کے لئے علیحدہ وفاق قائم کرنے، اکثریتی صوبوں اور اقلیتی صوبوں کی جداگانہ سیاسی پالیسی مرتب کرنے، اکثریتی صوبوں میں مسلم حکومت قائم کرنے، فرقہ وارانہ فیصلہ کی تائید

کرنے اور تحریک رابطہ مسلم عوام چلانے کے لئے مفید مشوروں سے نوازا۔(۸) جن کی اہمیت ہماری جدوجہد کی تاریخ میں بہت زیادہ ہے۔ بلکہ ان مخلصانہ آرا کا اعتراف خود قائد اعظم نے لیٹرز آف اقبال ٹو جناح کے پیش لفظ میں اس طرح کیا کہ جون ۱۹۳۱ء میں مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ کے قیام سے لے کر اکتوبر ۱۹۳۷ء میں لیگ کے اجلاس لکھنو تک کا زمانہ مسلم ہندوستان کی تاریخ کا پر از واقعات زمانہ ہے اگر مرکزی پارلیمانی بورڈ کا قیام مسلم لیگ کی جانب سے عوام کو ایک پرچم تلے متحد کرکے صوبائی مقننہ کے انتخابات میں حصہ لینے کی ایک عظیم کوشش تھی۔ تو لکھنو کا اجلاس مسلم لیگ کو عوامی بنیادوں پر منظم کر کے مسلمانان ہند کا واحد نمائندہ ادارہ بنانے کی طرف پہلا قدم تھا۔ یہ دونوں بلند مقاصد اس وقت حاصل ہوئے جب کہ مجھے سر محمد اقبال اور ان ہی جیسے مخلص دوستوں کی مخلصانہ کوششوں اور بے غرض سر گرمیوں کی بدولت نہایت بیش قیمت امداد حاصل ہوئی۔(۹) تاہم علامہ اقبال ،آزاد مملکت کے لئے تمام خدمات بستر مرگ پر لیٹے ہوئے انجام دیں۔ مگر افسوس کہ ابھی جدوجہد آزادی کی جنگ جاری تھی کہ قوم ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو اپنے اس عظیم بطل جلیل سے محروم ہوگئی۔ جس نے ان کے سامنے ایک علیحدہ آزاد وطن کا تصور پیش کیا تھا۔ اور یقیناً ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا معرض وجود میں آنا علامہ اقبال کے مساعی جمیلہ کا رھین منت ہے۔

۱۔ روزنامہ امروز کراچی اقبال نمبر مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۵۵ء۔

۲۔ اقبال، اورقرآن، ص ۱۸ بحوالہ محمد احمد خاں، ص (۱۳۰)۔

۳۔ ڈاکٹر رفیق افضل، کتاب سابقہ، ص ۱۲۰